عشاق کی طرح ''محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے'' کے جاہلانہ مقولے پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ محبت میں اخلاقی اقدار کو فراموش نہیں کرتا۔ بعض اوقات ادب، احترام، اخلاقیات اور رکھ رکھاؤ اسے محبت میں ناکام بنا دیتے ہیں لیکن وہ اپنی روایات اور اقدار سے دستبردار نہ ہونے پر مطمئن رہتا ہے۔ تابش دہلوی ایسے ہی عشاق کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے محبوب! راہِ محبت میں ہر قدم پر ہم نے پاس ادب رکھا۔ رقیبوں کی طرح اوچھے ہتھکنڈے استعمال نہیں کیے۔ اپنی عزت اور تیری ناموس کا خیال رکھا۔ اس احتیاط پسندی کی وجہ سے ہم تجھے حاصل نہ کر پائے ورنہ معاشرے میں ہمیں عزت اور مقام حاصل تھا۔ تیرا حصول کوئی ناممکن بات نہ تھی لیکن اس کے لیے ہمیں رائج الوقت طور طریقے اپنانا پڑتے۔ ہم نے تجھ سے دستبرداری قبول کر لی مگر اپنی روایات اور وضع داری کو نہیں چھوڑا۔

شعر 7: **ازل سے اپنا مقصود طلب ہے کون اے تابش**

کہ پائے جستجو شرمندہ منزل نہیں ہوتا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **ازل:** وہ ابتدا جس کی حد نہ ہو ○ **مقصود:** مطلب، مراد ○ **پائے جستجو:** تلاش کا قدم

مفہوم: ہم روزِ اوّل سے کس کو تلاش کر رہے ہیں۔ وہ کس کی تلاش ہے جو ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکی۔

تشریح: انسان روزِ ازل ہی سے اپنے خالق کے متعلق تجسس میں مبتلا ہے۔ انسانی طبائع مختلف ہیں۔ اسی لیے خالق کی تلاش کے بھی مختلف انداز ہیں۔ صوفیا ذکر و فکر اور صفائے قلب کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو سائنسدان اور فلسفی اپنے علم اور تجربات کو رہنما بناتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ جیسا جلیل القدر پیغمبر بھی دیدارِ الٰہی کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ ذاتِ باری کی حقیقت تک رسائی کی خواہش کا یہ سفر روزِ ازل سے جاری ہے لیکن انسان کو اس کی منزل نہیں ملی۔ تابش دہلوی نے یہ حقیقت بیان کرنے کے لیے استفہامیہ لہجہ اپنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ازل سے انسان کا مقصود طلب کون ہے۔ وہ کس کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ کس کی محبت کا اسیر ہے۔ دوسرے مصرع میں وہ اس محبوب کی ایک نشانی بتاتے ہیں کہ اس کی محبت کے مسافروں کو ابھی تک منزل نہیں مل پائی۔ ان کا سفر ابھی تک جاری ہے۔ منزلِ مقصود ابھی نظر نہیں آئی۔ تابش نے غزل کی مخصوص رمزیت برقرار رکھتے ہوئے انسان اور عشقِ حقیقی کے روایتی موضوع کو بیان کیا ہے۔ استفہامیہ لہجے نے مقطع کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا ہے۔

مشقی سوالات

1: اس غزل کے دوسرے اور آخری شعر کی تشریح کیجیے۔

جواب: سب اشعار کی تشریح ہو چکی ہے۔ حصہ تشریح میں ملاحظہ کیجیے۔

2: غزل کے چوتھے شعر میں تابش کس بات کا دعویٰ کر رہے ہیں؟ آپ کس حد تک متفق یا غیر متفق ہیں؟ بحث کیجیے۔

جواب: شاعر نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اور اس جیسے دوسرے حساس اور صاحبِ دل لوگ معاشرے میں ہر طرح کی بدعنوانیوں اور برائیوں کے خلاف آخری دم تک نبرد آزما رہے لیکن ان کے بعد آنے والوں میں شاعر اور

اس جیسے لوگوں کا سا جذبہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ نتیجہ یہ کہ اب نہ تو کوئی حالات کو سدھارنے کی جدوجہد کر رہا ہے اور نہ حالات کے بہتر ہونے کی کوئی صورت نظر آتی ہے۔ شعر میں طوفان سے مراد مردانِ حوصلہ مند کے بپھرے ہوئے جذبات ہیں جبکہ ساحل سے مراد معاشرے کا سکون ہے۔

3: غزل میں کچھ الفاظ وتراکیب ایک دوسرے کے متضاد کے طور پر آئے ہیں۔ آپ انہیں تلاش کر کے لکھیے۔

جواب: غزل میں مندرجہ ذیل الفاظ وتراکیب ایک دوسرے کے متضاد کے طور پر استعمال ہوئے ہیں:

○ **مجبوری:** مختاری ○ **آساں:** مشکل ○ **طوفان:** ساحل ○ **جلوہ صد رنگ:** اشکِ خوں۔

4: مندرجہ ذیل مرکبات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ اُن کے معنی واضح ہو جائیں؟

جواب: ○ **کارِ تمنا:** آرزو کا کام' عشاق کی اکثریت کارِ تمنا میں زندگی گزار دیتی ہے مگر کامرانی حاصل نہیں کر پاتی۔

○ **تماشا سوز:** نظارے کو جلانے والا' محبوب کا جلوہ تماشا سوز تھا' وہ بزم میں آیا تو پھر کسی کو کچھ اور دکھائی نہ دیا۔

○ **ہنگامہ آرا:** ہنگامہ کرنے والا۔ ہمسائے شب بھر ہنگامہ آرا رہے اور میں سو نہ سکا۔

○ **چشمِ شوق:** محبت رکھنے والی آنکھ۔ جلوہ محبوب عاشق کی چشمِ شوق کا اثاثہ ہے۔

○ **آدابِ طلب:** طلب کے سلیقے' بادشاہوں سے کچھ حاصل کرنے کے لیے آدابِ طلب سے آگاہی ضروری ہے۔

○ **پائے جستجو:** تلاش کا قدم' خزانے کی تلاش میں کئی مہینے گزر گئے مگر پائے جستجو منزل یاب نہیں ہو سکا۔

○ **شرمندۂ منزل:** منزل پر پہنچنے والا۔ محبوب کی تلاش میں نکلنے والا عاشق ابھی تک شرمندۂ منزل نہیں ہوا۔

○ **اشکِ خوں:** خون کا آنسو۔ دورِ ہجر میں عشاق محبوب کی یاد میں اشکِ خوں بہاتے ہیں۔

5: مندرجہ ذیل مصرعوں کو اصل لفظ کی مدد سے مکمل کیجیے:

جواب: **الف:** ہر اِک کارِ تمنا پہ یہ مجبوری' یہ مختاری

ب: وہاں ہم تھے' جہاں پانا ترا مشکل نہیں ہوتا

ج: تمہیں تم ہو کوئی پردہ بھی اب حائل نہیں ہوتا

د: کبھی ہر جلوۂ صد رنگ حاصل تھا نگاہوں کو

☆☆☆